

امراض متعدیہ سے فسخ نکاح کی شرائط

سید باچا آغا*

محمد عبدالعلی اچکزئی**

اہل ایمان اور اہل تقویٰ کیلئے اس سلسلے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ شریعت اسلامی، زندگی کی حرارت سے بھرپور اسلامی قوانین اور اسلام کے روشن پاکیزہ احکام قیامت تک کے لئے زندہ و جاوید ہیں۔ اس لئے کہ یہ شریعت، آخری شریعت اور پیغمبر اسلام، آخری نبی و رسول ہیں۔ یہ وہ نظام قانون ہے جو دنیا و آخرت کے تمام احکام کو شامل و حاوی اور عالمی شان کی حامل ہے اور تمام مسائل زندگی کے احاطہ کی صلاحیت اس فقہ کا امتیازی وصف ہے۔ اس کے پاس فقہ و قانون کا جو وافر ذخیرہ موجود ہے وہ قانونی دقیقہ سنجی اور ژرف نگاہی، مصالحت کی رعایت اور انسانی فطرت سے ہم آہنگی کا ایک بھرپور شاہکار ہے اور دنیا کے کسی جدید سے جدید تر قانون کو بھی اس کے مقابلے میں پیش کرنا نہ صرف مشکل بلکہ سعی لالیعی کے زمرے میں آتا ہے۔

فقہاء اسلام نے اپنی بالغ نظری اور بلند نگاہی سے انسانی زندگی کے جزئیات کا اس قدر احاطہ کیا ہے کہ بجا طور پر آج کی اس نئی دنیا میں بھی ایسے کم ہی مسائل ملیں گے جس کے لئے فقہ کے اس قدیم ذخیرہ میں کوئی نظیر موجود نہ ہو بالخصوص فقہاء احناف کے یہاں ”فقہ تقدیری“ (یعنی ایسے واقعات پر رائے کا اظہار کرنا جو وجود میں تو نہ آئے ہیں لیکن مستقبل میں ان کا پیش آنا ممکن ہو) کا حصہ بہت زیادہ ہے۔ لہذا دائمی، متعدی اور مہلک امراض کے نشاندہی، نقصانات، بچاؤ اور انتہائی مرحلے میں متنبخ نکاح کے متعلق شریعت اسلامی میں واضح احکامات موجود ہیں اور بعض وہ امراض جو دور حاضر کے تشخیص کردہ ہیں ان کے متعلق فقہ تقدیری کے تحت روشن احکامات ملتے ہیں۔

ہمارے عہد میں بہت سے امراض کا دائمی، متعدی و مہلک ہونا نظر و خیال سے بڑھ کر مشاہدہ بن چکا ہے۔ مثلاً ایڈز کا خوف پوری دنیا پر مسلط ہے، یہ مرض جسم انسانی کے دفاعی نظام کو تباہ کر دیتا ہے۔ اس کے بعد انسان بڑی تیزی کے ساتھ مختلف موذی اور مہلک امراض میں گرفتار ہو کر دم توڑ دیتا ہے، اس مرض کا سب سے خطرناک پہلو یہ ہے کہ یہ مرض بڑی تیزی کے ساتھ پھیلتا ہے۔ اگر کسی جگہ ایڈز کا مرض کسی کو لاحق ہو گیا تو ضروری احتیاطیں ملحوظ نہ

* اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ ڈگری کالج، سریاب روڈ، کوئٹہ، پاکستان

** ڈین فیکلٹی آف آرٹس اینڈ ہومینٹیر، بلوچستان یونیورسٹی، کوئٹہ، پاکستان

رکھنے پر بہت کم وقت میں بے شمار افراد کو یہ مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ یوں تو مرض اور بیماری زندگی کا ساتھی ہے، لیکن بعض امراض ایسے ہوتے ہیں جو اپنے تکلیف دہ اور متعدی اثرات کی وجہ سے لوگوں کیلئے قابل نفرت ہو جاتے ہیں، دوسرے ان کی وجہ سے طبعاً ایسی کراہت پیدا ہو جاتی ہے کہ زوجین میں سے کوئی جنسی لذت بھی نہ اٹھا سکیں گے۔ لہذا اس قسم کے امراض کے نشاندہی کے بعد انتہائی لاچاری کی صورت میں فقہ اسلامی سے ”حق تنسیخ نکاح“ کے شرائط کے متعلق فقہاء کے آراء کی روشنی میں تفصیلاً بحث کرنا میرے زیر نظر تحقیقی مقالے کا موضوع ہے۔

امراض و عیوب:

وہ امراض و عیوب جو علی اختلاف الاقوال فسخ نکاح کے سبب بنتے ہیں بنیادی طور پر دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ امراض و عیوب جو جنسی اعتبار سے ایک کو دوسرے کے لئے ناقابل انتفاع بنا دیں۔ دوسرے وہ امراض و عیوب جو قابل نفرت ہوں اور ان کے متعدی ہونے کا اندیشہ ہو۔ لہذا ہر ایک کی تفصیل و شرائط برائے فسخ نکاح حسب ذیل ہیں۔

مہلک و متعدی امراض:

شوہر اگر ایسے امراض میں مبتلا ہو جو شدید ہوں، طبیعت کو ان سے نفرت ہوتی ہوں، نقصان اور ضرر کا اندیشہ ہو یا ساتھ رہنے میں خود اس کے مریض یا عیب دار ہو جانے کا خدشہ اور خطرہ ہو، تو عورت قاضی شرع کے ذریعے فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے۔ اس قسم کے متعدی و مہلک امراض کے فہرست میں فقہاء نے تین امراض رکھے ہیں جن میں جنون، جذام (کوڑھ) اور برص شامل ہے۔ جبکہ دور حاضر کے ایڈز وغیرہ بھی انہی امراض کے فہرست میں شامل کئے جاسکتے ہیں۔ گو کہ فقہاء نے انہی تین امراض کا ذکر کیا ہے مگر دراصل اس میں تمام ہی موذی، نفرت انگیز، متعدی اور ایسے امراض شامل ہیں جن کا عموماً علاج نہیں ہو پاتا۔

جنون:

اگر شوہر مجنون ہو، عورت کو نکاح سے پہلے مرد کی جنون میں مبتلا ہونے کی اطلاع نہ ہو، نکاح کے بعد اس سے واقف ہونے پر اپنے عمل سے مثلاً مباشرت کا موقع دے کر یا زبان سے رضامندی کا اظہار نہ کیا ہو، تو عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے۔ اب قاضی دیکھے گا کہ مرد کو کس قسم کا جنون لاحق ہے، جنون مطبق یا جنون غیر مطبق۔

جنون مطبق:

اگر مرد مستقل طور پر پاگل ہو تو قاضی فی الفور نکاح توڑ دے گا۔ کبھی انسان پاگل پن سے صحت مند بھی ہو جاتا ہے، لیکن امام ابی بکر السرخسی جنون کو لازمی وابدی ہی مانتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ:

الجنون اذا وجد مرة فهو لازم ابدًا ولهذا كان عيباً لازماً اذا وجد في حالة الصغر

(۱) او الکبر۔

جنون اگر ایک مرتبہ پایا جائے تو وہ ہمیشہ لازمی ہے۔ اسی لئے اگر یہ بچپن یا بڑھاپن میں پایا گیا تو یہ

لازمی عیب ہے۔

مطلب یہ کہ جنون ایک لازمی مرض یا عیب ہے۔ چاہے بچپن میں جنون لگے یا بڑھاپن میں، ایک مرتبہ جنون لگ جانے سے ہمیشہ کے لئے ساتھ رہتا ہے۔

جنون غیر مطبق:

اگر مرد کو وقفہ وقفہ سے جنون کا دورہ پڑتا ہو تو اسے علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر پھر بھی صحت یاب نہ ہوا اور عورت دوبارہ عدالت میں فسخ نکاح کے لئے حاضر ہوئی تو قاضی نکاح فسخ کرائے گا۔ جیسے کہ عالمگیری میں درج ہے کہ:

ان كان الجنون حادثاً يؤجله سنة كالعنة ثم يخير المرأة بعد الحول اذالم يبرأ۔ وان كان

مطبوقاً فهو كالجب وبه نأخذ۔ (۲)

اگر جنون نیا پیدا ہو گیا ہو تو مثل عنین ہونے کی صورت میں قاضی شوہر کو ایک سال کی مہلت دے گا پھر اگر وہ سال کے اندر صحت یاب ہو گیا اور سال پورا ہو گیا تو عورت کو اختیار دے گا۔ اور اگر جنون مطبق ہو تو وہ مثل محبوب ہونے کے ہے، اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔

اس سلسلے میں مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ اپنی کتاب اسلام کے عائلی قوانین میں لکھتے ہیں کہ: ”شوہر کے جس جنون سے بیوی کے جسم و جان کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے وہ جنون موجب تفریق ہے۔ لیکن شوہر کو قاضی علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دے گا، اس کے بعد بھی اگر افاقہ نہ ہوا اور بیوی علیحدگی چاہے تو قاضی تفریق کر دے گا۔“ (۳)

اس کے علاوہ جتنے بھی متعدی امراض ہیں ان کی شرائط تقریباً ایک جیسی ہیں، مثلاً: خود عورت اس مرض میں مبتلا نہ ہو۔ نکاح سے پہلے عورت اس مرد کے امراض و عیوب سے باخبر نہ ہو۔ نکاح کے بعد اس سے مطلع ہو جانے کے باوجود عورت نے اپنی رضامندی کا صریح اظہار نہ کر دیا ہو یا یہ کہ نکاح کے بعد یہ امراض پیدا ہوئے ہوں۔ اس سلسلے میں مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ اپنی کتاب اسلام کے عائلی قوانین میں لکھتے ہیں کہ: ”اگر شوہر نکاح سے پہلے ان امراض میں مبتلا تھا اور عورت کو بھی پہلے سے اس کا علم تھا، اس کے باوجود عورت نے نکاح کیا تو اب اسے مطالبہ تفریق کا حق حاصل نہ ہوگا۔“ (۴)

علماء مالکیہ کے علامہ دردیر مالکیؒ لکھتے ہیں کہ:

إذا لم يسبق علم بالعيب قبل العقد فان علم بالعيب قبل العقد فلا خيار له ولم يرض
بالعيب حال اطلاعه عليه۔ واما ما حدث منها بعد العقد فان كان بالزوجة فلا رد للزوج
به وهو مصيبة نزلت به وان كان بالزوج فلها رده ببرص وجذام وجنون لشدة الايلام
وعدم الصبر عليها۔ (۵)

جب کہ عقد سے پہلے عیب کا علم نہ ہوا اگر پہلے سے معلوم ہو تو اب مرد کو اختیار حاصل نہ ہوگا اور نہ عیب
پر مطلع ہونے کے بعد راضی رہا ہو۔ اور وہ عیب جو نکاح کے بعد پیدا ہوا ہے تو اگر بیوی کو ہے تو
شوہر کو نکاح رد کرنے کا حق نہیں اس لئے کہ من جانب اللہ ایک آزمائش ہے اور اگر شوہر کو ہو تو بیوی
برص، جذام اور جنون کی وجہ سے رد کر سکتی ہے، چونکہ اس میں سخت ایذا ہے اور صبر نہیں کیا جاسکتا۔
لہذا ہم ایڈز اور اس جیسے دیگر مہلک و متعدی امراض کے موجب فسخ نکاح کرنے کے لئے مذکورہ شرائط
مقرر کر سکتے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

- 1:- خود عورت اس مرض میں مبتلا نہ ہو۔
- 2:- نکاح سے پہلے وہ اس سے باخبر نہ ہو۔
- 3:- نکاح کے بعد اس سے مطلع ہو جانے کے باوجود اس نے اپنی رضامندی کا صریح اظہار نہ کر دیا ہو۔
- 4:- نکاح کے بعد یہ امراض پیدا ہوئے ہوں۔

جنسی امراض:

مرد کی جنسی کمزوری کی وجہ سے عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہو جاتا ہے وہ دو ہیں، جب (یعنی مرد کا عضو
تناسل ہی نہ ہو یا بعد میں کسی وجہ سے کٹ گیا ہو یا کاٹ دیا گیا ہو) اور عتہ یعنی عضو تناسل تو ہو مگر اس میں ایستادگی
(ERECTION) اور قوت نہ ہو کہ مباشرت کر سکے جس کو نامردی (SPADO) کہا جاتا ہے۔
محبوب:

اگر مرد محبوب ہو تو قاضی شرع دیکھے گا کہ کیا عورت بالغہ ہے، خود ایسے امراض سے پاک ہے جو مباشرت
کے لئے مانع اور رکاوٹ ہوں؟ اگر ایسا ہو نیز نکاح سے پہلے وہ اس صورتحال سے بے خبر رہی ہو اور نکاح کے بعد بھی
اس نے کبھی اس کے ساتھ نباہ کرنے پر آمادگی اور اپنی رضامندی کا صریح اظہار نہ کر دیا ہو تو قاضی بلا مہلت نکاح توڑ
دے گا درمختار میں درج ہے کہ:

فرق الحاکم بطلبها لوحرة بالغة غير رتقاء وقرناء وغير عالمة بحاله قبل النکاح وغير

راضیۃ بہ بعدہ بینہما فی الحال۔ (۶)

اگر عورت آزاد اور بالغہ ہو، رتق (یعنی اندام نہانی پر گوشت کا ایسا ٹکڑا ہونا کہ جس کی وجہ سے جماع نہ کیا جاسکے) اور قرن (ایک بیماری جس میں عورت کی شرمگاہ میں ہڈی نکل آتی ہے اور اس سے جماع دشوار ہو جاتی ہے) کی بیماری اسے لاحق نہ ہو، نکاح سے پہلے مرد کی اس حالت سے بے خبر رہی ہو اور نکاح کے بعد بھی اس مرد کے ساتھ نباہ کرنے پر رضامندی کا اظہار نہ کیا ہو، تو قاضی فی الحال یعنی بلا مہلت ان کی آپس میں تفریق کرے گا۔ چونکہ یہ جب یعنی عضو تناسل کا کٹا ہوا ہونا ایک لاعلاج مرض ہے اس لئے علاج و معالجہ کے لئے بھی کوئی موقع نہیں دیا جاتا۔ جیسا کہ عالمگیری میں درج ہے کہ:

لو وجدت المرأة زوجها محبوباً خیرھا القاضي الحال ولا يؤجل۔ (۷)

اگر عورت نے اپنے شوہر کو محبوب پایا تو قاضی فی الحال ان کے درمیان تفریق کرے گا اور مرد یعنی شوہر کو کوئی موقع نہیں دیا جائے گا۔

اسی طرح البنایہ میں درج ہے کہ:

وان كان محبوباً فرق بينهما فی الحال ان طلبت المرأة، لانه لا فائدة فی التأجيل لانه

لا یرجى منه الوصول۔ (۸)

اگر شوہر محبوب ہو اور عورت مطالبہ کرے تو فی الحال ان کے درمیان تفریق کیا جائے گا۔ کیونکہ مہلت کا کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ اس مرد سے عورت تک پہنچنے کا امید نہیں۔ اسی طرح فتاویٰ ولوجیہ میں درج ہے کہ:

ولمحبوب لا يؤجل لأنه لا يقدر، لأن الالة بعد القطع لا تنبت۔ (۹)

اور محبوب کو مہلت نہیں دی جائے گی کیونکہ وہ قدرت نہیں رکھتا، کیونکہ عضو تناسل کٹنے کے بعد نہیں (اگتا) بنتا۔

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی لکھتے ہیں کہ:

واذا تبين أن الزوج محبوب، فرق القاضي بين الزوجين فی الحال ولم يؤجله، لعدم

الفائدة فی التأجيل۔ (۱۰)

جب یہ بات ظاہر ہوگئی کہ شوہر محبوب ہے تو قاضی فوراً تفریق کر دے اور مہلت نہ دے کیونکہ مہلت دینے میں کوئی فائدہ نہیں۔

شیخ الاسلام سعدی الشنف فی الفتاوی میں لکھتے ہیں کہ:

فی المصوب لا یؤجل وتخير المرأة من ساعة رافعته الى الحاكم فاذا اختارت نفسها
فرق القاضي بينهما۔ (۱۱)

محبوب ہونے میں مہلت نہیں دی جائے گی۔ عورت کو قاضی تک بات پہنچانے کے وقت سے ہی
اختیار دیا جائے گا اگر اس نے اپنے لئے (فسخ) اختیار کی تو قاضی ان کے درمیان تفریق کرے گا۔

اس سلسلے میں مولانا مجاہد الاسلام قاسمیؒ اپنی کتاب اسلام کے عائلی قوانین میں لکھتے ہیں کہ: ”وطی پر قادر نہ
ہونے کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں مثلاً شوہر مقطوع الذکر ہے یا آلہ تناسل اتنا چھوٹا ہے کہ اس کے باعث وہ صحبت پر
قادر نہیں ہے یا آلہ تناسل موجود ہے لیکن کسی مرض کے باعث عورت سے جماع پر قادر نہیں ہے، تو ان تمام صورتوں
میں عورت کو قاضی کے ذریعے نکاح فسخ کرانے کا اختیار ہوگا۔ پہلی اور دوسری صورت میں قاضی فوراً نکاح ختم کر دے
گا اور تیسری صورت میں ایک قمری سال تک علاج کی مہلت دے گا، علاج کے بعد بھی جماع پر قادر نہ ہو سکا تو
عورت کے مطالبہ پر فوراً قاضی نکاح فسخ کر دے گا۔“ (۱۲)

عورت جب اپنے محبوب شوہر کے خلاف قاضی کے عدالت میں فسخ نکاح کے لئے درخواست دے تو
قاضی اس عورت کے شوہر کو عدالت میں طلب کر کے اس سے حقیقت حال پوچھے گا۔ اگر مرد اپنے محبوب ہونے کا
اقرار کر لے تب تو ٹھیک ہے ورنہ قاضی اپنے کسی قابل اعتماد آدمی کو حکم بھی دے سکتا ہے کہ وہ اس کے قابل ستر حصہ کو
دیکھ کر صحیح صورتحال سے مطلع کرے، جیسے کہ عالمگیری میں درج ہے کہ:

فقال الزوج ما أنا بمحبوب وقد وصلت اليها فالقاضي يريه رجلاً فان علم بالمس
والجس من وراء الثوب من غير كشف عورته لا يكشف عورته، وان لم يكن الا
بالتكشف والنظر أمر غيره ان ينظر للضرورة۔ (۱۳)

اگر مرد نے کہا کہ میں محبوب نہیں ہوں اور حال یہ ہے کہ میں اس تک پہنچا ہوں تو قاضی اس مرد کو کسی اور
مرد کو دکھائے گا، پس اگر چھونے اور ٹٹولنے سے کپڑے کے باہر سے معلوم کر سکے، بدون بے پردہ کرنے کے، تو اس
کو بے پردہ نہ کرے گا۔ اور اگر بدون کشف ستر کئے ہوئے اور نظر ڈالے ہوئے معلوم نہ کر سکے تو کسی غیر کو حکم دے گا
کہ اس کو دیکھے کیونکہ ضرورت ہے۔

اسی سے ملتے جلتے الفاظ فتاوی تاتارخانیہ میں درج ہیں، مثلاً:

ولو قالت المرأة هو محبوب والزوج ينكره فان كانت تعرف حقيقة حاله بالمس من غير

نظر یمس وراء الثوب ولا تكشف عورتہ، وان كان لا يعرفه الا بالنظر امر القاضی امیناً

لینظر الی عورتہ فیخبر بحالہ۔ (۱۴)

اگر عورت نے کہا کہ میرا شوہر محبوب ہے اور شوہر انکار کرے تو اگر اس کا حقیقت حال بغیر دیکھے کپڑے کے باہر سے چھونے سے معلوم ہو سکتا تھا تو اس کا کشف ستر نہیں کیا جائے گا، اور اگر بغیر دیکھے معلوم نہیں ہو سکتا تھا تو قاضی کسی معتمد کو حکم دے گا کہ اس کے ستر کو دیکھے اور اس کے حالت سے آگاہ کرے۔

اسی طرح الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں درج ہے کہ:

فان انكره الرجل فانه يمكن معرفته بالجس بان يجس موضعه والجس يتأتى به العلم في

ذلك كالنظر، وهو وان كان غير جائز كالنظر الا انه احق وارتكاب اخف الضررين

للضرورة لازم مادامه النتيجة واحدة وبعضهم يرى جواز النظر اليه للتحقق من دعواه لان

المسئلة مفروضة في الحكم بين الخصمين، فكل ما يوجب الثبوت يكون أولى من غيره

وهذا الرأي يناسب زماننا۔ (۱۵)

اگر مرد اپنے اس مرض سے انکار کرے تو اسے ہاتھ سے دیکھا جاسکتا ہے بایں طور کہ ٹول کر اس جگہ کو دیکھا جائے اور ٹولنے سے بھی اس طرح معلوم ہو جاتا ہے جیسے دیکھنے سے اور ہاتھ سے چھونا اگر چہ دیکھنے کی طرح ناجائز ہے لیکن یہ اس سے کم برا ہے اور جب ناگزیر ہو جائے تو دوہرائیوں میں سے کم برائی کو اختیار کرنا لازم ہے جبکہ نتیجہ دونوں کا یکساں ہو۔ بعض اصحاب نے خاوند کے دعوے کی تصدیق کے لئے دیکھنا جائز قرار دیا ہے کیونکہ دونوں فریق کے درمیان فیصلہ کرنا فرض ہے لہذا جس طریقے سے بھی ثبوت مل سکے وہ دوسرے طریقے سے بہتر ہے، عہد حاضر میں بھی یہی رائے مناسب ہے۔

اگر کسی شخص کا عضو تناسل خلقتاً تو ہو لیکن بعد میں کسی وجہ سے کٹ گئے ہوں یا مرد نے خود کاٹ دیے ہوں تو اس کے شرائط کے متعلق مفتی رشید احمد فرماتے ہیں کہ: ”اگر نکاح سے قبل ہی شوہر نے آلہ تناسل قطع کیا ہو تو یہ شرط ہے کہ بوقت نکاح عورت کو اس قطع کا علم نہ ہو ورنہ بعد میں اسے کوئی اختیار نہ ہوگا۔ اگر نکاح کے بعد قطع کیا ہو تو یہ شرط ہے کہ شوہر نے ایک بار بھی وطی نہ کی ہو اگر قطع سے قبل ایک بار بھی ہمبستری ہو گئی ہو تو بیوی کو اختیار نہ رہے گا۔ جب سے عورت کو قطع کا علم ہوا اس وقت سے لے کر عورت نے کبھی بھی اس شوہر کے پاس رہنے پر رضامندی کی صراحت نہ کی ہو یعنی زبان سے صراحت کبھی یوں نہ کہا ہو کہ میں بہر حال اسی شوہر کے پاس ہی رہوں گی، اگر زبان سے کوئی ایسی تصریح کر دی تو بعد میں اختیار نہ ہوگا۔ حاکم نے جب عورت کو اختیار دے دیا تو اسی مجلس میں عورت طلاق کو اختیار کر

لے اگر عورت کے طلاق اختیار کرنے سے قبل حاکم اٹھ گیا، یا خود عورت اٹھ گئی، یا کسی اور کام میں یا کسی دوسری گفتگو میں مشغول ہو گئی تو اسے اختیار نہ رہے گا۔ فسخ نکاح یا عورت کو اختیار دینا وغیرہ امور جن کی تفصیل اوپر گزری یہ سب امور حکم حاکم کے محتاج ہیں، بدون حکم حاکم کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔ جس شخص کا آلہ تناسل خلقتاً اتنا چھوٹا ہو کہ مثل نہ ہونے کے ہودہ بھی بحکم محبوب ہے۔ البتہ خصی محبوب کے حکم میں نہیں اگر اسے انتشار نہ ہوتا ہو تو بحکم عنین ہوگا۔“ (۱۶) عنین:

اگر مرد عنین یعنی نامرد ہو تو عورت کو شوہر کے نامردی کی بناء پر تین شرطوں کے ساتھ فسخ نکاح کا دعویٰ کرنے کا حق حاصل ہے۔

- 1:- یہ کہ عورت کو شادی سے پہلے اس شخص کی نامردی کی اطلاع نہ رہی ہو۔
- 2:- نکاح کے بعد مرد کی جنسی ناکارہ ہونے سے واقف ہونے کے بعد عورت نے رضا مندی کا اظہار نہ کیا ہو۔
- 3:- نکاح کے بعد اس نے ایک دفعہ بھی بیوی سے مباشرت نہ کی ہو۔
- 4:- سال کی مدت (برائے علاج) گزرنے کے بعد جب قاضی عورت کو اختیار دے، تو عورت اسی مجلس میں فسخ اختیار کرے۔

5:- فسخ کے لئے مہلت اور پر اختیار فسخ یہ تمام امور قضائے قاضی کے مطابق ہوں۔

انہی شرائط کو مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ نے یوں بیان کئے ہیں: ”پہلی شرط یہ ہے کہ نکاح سے پیشتر عورت کو اس شخص کے عنین ہونے کا علم نہ ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی اس عورت سے جماع نہ کیا ہو۔ تیسری شرط یہ ہے کہ جب سے عورت کو شوہر کے عنین ہونے کی خبر ہوئی ہے، اس وقت سے عورت نے اس کے ساتھ رہنے پر رضا کی تصریح نہ کی ہو۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ جس وقت سال بھر کی مدت گزرنے کے بعد قاضی عورت کو اختیار دے، تو عورت اسی مجلس میں تفریق کو اختیار کرے۔ پانچویں شرط یہ ہے کہ یہ مہلت وغیرہ دینا یہ تمام امور قضائے قاضی کے محتاج ہیں، بدون قاضی کے از خود عورت کو تفریق کا اختیار نہیں۔“ (۱۷)

انہی شرائط کے متعلق شیخ الاسلام سعدی النصف فی الفتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ:

فاذا تزوجة المرأة رجلاً فوجدته عنيفاً فانه على ثلاثة اوجه: أحدها ان علمت به عند النكاح فلا خيار لها بعد ذلك. والثاني ان علمت به بعد ما نكحته ثم رضيت به فلا خيار لها بعد ذلك. والثالث ان علمت به بعد النكاح ولم ترض به رافعه الى الحاكم يؤجله سنة واحدة حتى تمضي عليه الطوائع الاربع (اي السنة بفصولها الاربع)۔ (۱۸)

اگر کسی عورت نے کسی مرد کے ساتھ نکاح کیا اور اسے عنین پایا تو یہ تین طرح کے ہے: پہلا یہ کہ اگر اسے نکاح کے وقت معلوم ہو تو اسے اختیار نہیں۔ دوسرا یہ کہ اگر نکاح کے بعد اسے معلوم ہوا اور عورت اسی پر راضی رہی تو اسے اختیار نہیں۔ تیسرا یہ کہ اگر نکاح کے بعد اسے معلوم ہوا اور عورت راضی نہ رہی اور معاملہ حاکم کے پاس لے گئی، تو حاکم مرد کو ایک سال کی مہلت دے گا یہاں تک کہ چار موسم گزرے (یعنی سال کے چار موسم)۔

اس طرح جو عورت نکاح سے پہلے ہی سے واقف رہی ہو یا نکاح کے بعد ایک دفعہ بھی شوہر سے تمتع کر چکی ہو، تو اس عورت کو اب یہ حق حاصل نہیں کہ قاضی کے پاس شوہر کے نامرد ہونے کا استغاثہ درد لے جائے۔

اس میں تیسری شرط امام ابو حنیفہؒ کے یہاں ہے، اور اس اصول کی بناء پر ہے کہ بیوی کا قانونی حق پوری ازدواجی زندگی میں صرف ایک دفعہ مرد سے لذت اندوز ہونا ہے۔ اس بناء پر ایک دفعہ تمتع کے بعد اگر شوہر عنین ہو جائے یا مقطوع الذکر ہو جائے تو بیوی کو علیحدگی کے دعویٰ کا کوئی حق نہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی نے لکھا ہے کہ:

قال الحنفیۃ اذا جن الرجل او اصبحت عیناً بعد الزواج وكان قد دخل بالمرأۃ، ولو مرة واحدة، لا یحق لها طلب الفسخ لسقوط حقها بالمرۃ الواحدة قضاء، وما زاد علیہ فهو مستحق دیانۃ لا قضاء۔ (۱۹)

احناف کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص شادی کے بعد مجنون یا نامرد ہو اور آنحالیہ اپنی بیوی سے ہمبستری کی تھی، خواہ ایک بار ہی کیوں نہ ہو، تو اسے فسخ کا حق حاصل نہیں۔ کیونکہ قانوناً ایک بار کی ہمبستری سے بیوی کا حق ساقط ہو گیا۔ اور ایک بار سے زیادہ کی ہمبستری کا وہ دیانۃ مستحق ہے نہ کہ قضاء۔

دوسرے فقہاء اس مسئلے میں احناف سے اختلاف رکھتے ہیں اور خود ہمارے زمانے کے علماء بھی اس بارے میں حنفیہ کے مسلک پر عمل کو دشوار سمجھتے ہیں۔ اس لئے اس شرط کا تو اعتبار نہ ہوگا، اور ایک دفعہ ہمبستری کے بعد اگر وہ نامرد ہو جائے اور عورت اپنی عصمت و عفت کی حفاظت کے لئے فسخ نکاح کا مطالبہ کرے تو اس کا دعویٰ قابل قبول ہوگا۔ البتہ پہلی دو شرطیں احناف کے علاوہ مالکیہ کے یہاں بھی ہیں۔ ہاں مالکیہ کے یہاں اگر اس کی نامردی اس نوعیت کی تھی کہ عضو میں تناؤ پیدا نہیں ہوتا تھا اور اس کا علم اس کو نکاح سے پہلے ہو چکا تھا یا نکاح کے بعد اس حالت سے واقف ہونے کے باوجود ایک عرصہ تک وہ مرد کو اپنے نفس پر قدرت دیتی رہی تو بھی اسے فسخ نکاح کا حق حاصل ہوگا۔ مگر ہمارے زمانے میں یہ دو شرطیں بھی قابل غور ہیں، نکاح کا اصل اور بنیادی مقصد ہی ایک دوسرے کی جنسی تسکین ہے۔ اگر عورت نکاح سے پہلے ہی نامرد کے ساتھ رہنے پر آمادگی کا اظہار کر دے اور یہ اقرار اس کے باوجود ہو کہ اس کے اندر جماع کے فطری صلاحیت اور خواہش بھی موجود ہو، ایسا نہیں ہے کہ کسی مرض یا درازی عمر کی وجہ سے

وہ اس قابل باقی نہ رہی ہو، تو اس کے رضامندی کے باوجود بھی نکاح کے بعد اس کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہونا چاہئے۔ یہ ایک حد تک ایسی بات ہے کہ عورت نکاح سے پہلے ہی اپنا مہر معاف کر دے یا مرد اسی شرط پر نکاح کرے کہ عورت کا کچھ مہر ہی نہ ہوگا تو اس معافی اور شرط کا کچھ اعتبار نہ ہوگا اور نکاح کے بعد بہر حال اس کا مہر واجب ہو کر رہے گا۔ جب مہر جو ایک مالی حق ہے وہ اس طرح ختم نہیں ہو جاتا تو جنسی حق تو اس سے بڑھ کر ہے اور اس سے محروم کر دینا اس سے کہیں زیادہ ضرر اور فتنے کا باعث ہے۔ اس طرح نکاح کے بعد نامردی کا علم ہو جانے کے بعد بھی رضامندی کے اظہار سے یہ حق ختم نہیں ہونا چاہئے اور عورت کا یہ حق محفوظ رہنا چاہئے کہ وہ جب بھی اپنی عصمت و عفت کی حفاظت و داعیہ جنسی کی شدت کے پیش نظر نکاح فسخ کرنا چاہے تو کرالے۔ (۲۰)

عنین کے شرائط کے متعلق مفتی رشید احمد فرماتے ہیں کہ: ”نکاح سے قبل عورت کو شوہر کے عنین ہونے کا علم نہ ہو۔ نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی ہمبستری پر قدرت نہ ہوئی ہو۔ جب سے عورت کو عنین ہونے کا علم ہوا عورت نے اس وقت سے لے کر ایک مرتبہ بھی رضا کی تصریح نہ کی ہو مثلاً یہ نہ کہا ہو کہ میں بہر حال اس کے ساتھ رہوں گی، محض سکوت سے رضا نہ سمجھی جائے گی۔ سال گزرنے کے بعد جب قاضی عورت کو اختیار دے تو عورت اسی مجلس میں تفریق کو اختیار کر لے اگر قاضی اٹھ گیا، یا عورت اٹھ گئی، یا اور کوئی بات کرنے لگی، یا کسی اور کام میں مشغول ہو گئی تو اسے اختیار نہ رہے گا۔“ (۲۱)

شیخ اسعد محمد سعید الصاغر جی، الفقہ الحنفی وادلہ میں فرماتے ہیں کہ:

فاذا كان الزوج عنيماً وخاصمته المرأة في ذلك، اجله القاضى سنة، فان وصل اليها في خلال

السنة، والافرق بينهما طلبت المرأة ذلك، لان لها حقاً في لوطء، فلها المطالبة به۔ (۲۲)

اگر کوئی شوہر عنین (نامرد) ہو اور اس کی بیوی اس کے خلاف مرافعہ کرے، تو قاضی اس کو ایک سال کی مہلت دے گا اگر یہ شوہر سال کے دوران اس بیوی تک پہنچا تو ٹھیک ورنہ اگر بیوی نے (سال پورا ہونے پر دوبارہ) مطالبہ کیا تو قاضی ان میں تفریق کر دے گا۔ کیونکہ بیوی کو وطی کا حق حاصل ہے، تو اس کے لئے اس میں مطالبہ کا حق حاصل ہے۔

زن عنین کے حکم کے سلسلے میں امام احمد رضا خان بریلوی فرماتے ہیں کہ: ”مذہب حنفی میں زن عنین کے لئے حکم ہے کہ قاضی کے حضور مرافعہ کرے، قاضی بعد تحقیق اپنی طرف سے ایک سال کامل کی مہلت دے، جب سال گزر جائے اور مطلب حاصل نہ ہو تو عورت پھر مرافعہ کرے، قاضی بعد تحقیق شوہر کو طلاق دینے کی ہدایت فرمائے اگر ہ نہ مانے عورت سے پوچھے تو اپنے نفس کو اختیار کرتی ہے یا شوہر کو؟ اگر وہ فوراً اپنے نفس کو اختیار کرے تو قاضی ان

میں تفریق کر دے، عورت عدت بیٹھے اور اب جس سے چاہے نکاح کر لے، تاہم قاضی سے پہلے اگر بیس برس گزر گئے ہیں ان کا اصلاً لحاظ نہ ہوگا، آج سے ایک سال کامل لیا جائے گا۔“ (۲۳)

جب عورت اپنے عینین شوہر کے خلاف قاضی کے عدالت میں فسخ نکاح کرانے کے لئے درخواست دے تو قاضی اس کے شوہر کو عدالت میں طلب کر کے اس سے حقیقت حال پوچھے گا۔ اگر اس نے اپنے نامرد اور جماع پر قادر نہ ہونے کا اعتراف کر لیا تو علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دے گا، اور اگر اسے عورت کے دعویٰ سے انکار ہو تو طبی معائنہ اور شواہد وغیرہ سے اگر وہ مرد ثابت ہو گیا تو عورت کا دعویٰ مسترد کر دیا جائے گا جیسے کہ عالمگیری میں درج ہے کہ:

إذا رفعت المرأة زوجها إلى القاضي وادعت أنه عینین وطلبت الفرقة فإن القاضي يسأله هل وصل إليها أولم يصل، فإن أقر أنه لم يصل أجله سنة سواء كانت المرأة بكرًا أم ثيبًا، وإن أنكر وادعى الوصول إليها فإن كانت المرأة ثيبًا فالقول قوله مع يمينه أنه وصل إليها۔ (۲۴)

اور اگر عورت اپنے شوہر کو قاضی کے پاس لے گئی اور اس پر دعویٰ کیا کہ یہ عینین ہے اور فرقت کی درخواست کی تو قاضی اس کے شوہر سے دریافت کر لے گا کہ اس عورت تک پہنچا ہے یا نہیں پس اگر اس نے اقرار کیا کہ میں نہیں پہنچا تو اس کو ایک سال کی مہلت دے گا خواہ عورت باکرہ ہو یا ثیبہ ہو۔ اور اگر شوہر نے اس کے دعوے سے انکار کیا اور کہا کہ میں اس تک پہنچا ہوں پس اگر یہ عورت ثیبہ ہو تو قول مرد کا معتبر ہوگا مگر قسم کے ساتھ کہ میں اس عورت تک پہنچا ہوں۔

اور اگر نامرد ثابت ہوا تو اب قاضی اپنی صوابدید اور معاملہ کی نوعیت کو سامنے رکھتے ہوئے چاہے تو فی الفور تفریق کر دے یا پھر ایک سال علاج کے لئے مہلت دے دے۔

عینین کے متعلق مصنف عبدالرزاق میں حضرت عمرؓ کا فیصلہ نقل کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ:

انه قضی فی العینین انه يؤجل سنة۔ (۲۵)

حضرت عمرؓ نے عینین شخص کے متعلق فیصلہ دیا اور انہیں ایک سال کی مہلت دی۔

کاسانی، بدائع الصنائع میں حضرت عمرؓ کے روایت کے بعد لکھتے ہیں کہ:

فرق بینہما وعليها العدة وروی عن ابن مسعودؓ مثله۔ وروی عن علیؓ أن قال يؤجل سنة فان وصل إليها والا فرق بینہما، وكان قضاؤهم بمحض من الصحابة ولم ينقل انه أنكر

عليهم أحد منهم فيكون اجماعاً۔ (۲۶)

اور ان کے درمیان تفریق کیا جائے گا اور عورت پر عدت گزارنا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ اور حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ اسے ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر عورت تک پہنچا تو ٹھیک ورنہ ان کے درمیان تفریق کیا جائے گا (کاسانی کہتے ہیں کہ) حضرت علیؓ کا قضاء صحابہؓ کی موجودگی میں تھا اور منقول نہیں کہ ان میں سے کسی نے بھی انکار کیا ہو، لہذا یہ اجماع ہے۔
ڈاکٹر وہبہ الزحیلی اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ:

أما العنين والخصى فيؤجله الحاكم سنة من تاريخ الخصومة، أى الدعوى والترافع عند الحنفية والحنابلة، لأحتمال أن تثبت قدرته على الجماع فى اثناء السنة۔ (۲۷)

حنفیہ اور حنابلہ کے ہاں عنین اور خصی کو حاکم خصومت کے دن یعنی دعویٰ کے دن سے ایک سال تک مہلت دے، کیونکہ ممکن ہے دوران سال شوہر کو جماع پر قدرت ہو جائے۔
اسی طرح شیخ سعید بن علی سمرقندیؒ اپنے فتاویٰ فی الجلیل والنخارج میں لکھتے ہیں کہ:

المرأة اذا وجدت زوجها عنيماً فرفعت ذلك الى الحاكم، وطلبت الفرقة فان القاضى يؤجلها سنة من يوم الخصومة، ويعتبر سنة قمرية بالأهلة فى ظاهر الرواية۔ وروى الحسن

بن زياد عن أبى حنيفة أنه قال: يعتبر سنة شمسية، وهى تزيد على القمرية بأيام۔ (۲۸)

اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کو عنین پایا اور اس کا دعویٰ قاضی کے پاس لے گئی اور علیحدگی طلب کی۔ تو اب قاضی دعویٰ دائر کرنے کے دن سے اسے ایک سال کی مہلت دے گا۔ ظاہر روایت کے مطابق مہلت دینے میں قمری سال معتبر ہے۔ اور حسن بن زیاد نے ابوحنیفہؒ سے روایت کیا ہے کہ شمسی سال معتبر ہے، کیونکہ یہ قمری سال پر چند دن زیادہ ہے۔
زمانہ مہلت کے متعلق عالمگیری میں درج ہے کہ:

فى التأجيل تعتبر السنة القمرية فى ظاهر الرواية كذا فى التبيين وهو الصحيح كذا فى

الهداية، روى الحسن عن أبى حنيفة أنه تعتبر سنة شمسية وهى تزيد على القمرية بأيام

وذهب السرخسى فى شرح الكافى الى رواية الحسن اخذاً بالا احتياط (۲۹)

ظاہر روایت کے مطابق مہلت دینے میں قمری سال معتبر ہے، اسی طرح تبیین میں آیا ہے۔ حسن بن زیاد نے ابوحنیفہؒ سے روایت کیا ہے کہ شمسی سال معتبر ہے، کیونکہ یہ قمری سال پر چند دن زیادہ ہے۔ شمس الأئمہ السرخسیؒ نے شرح الکافی میں حسن بن زیاد کے قول کو احتیاطاً اختیار کیا ہے۔

عنین کو مہلت دینا یہ بھی قاضی کے دائرہ اختیار میں ہے، قاضی کے علاوہ کوئی اور مہلت نہیں دے سکتا اور نہ ہی وہ مہلت معتبر ہے۔ لہذا عنین کو سال کا مہلت دینے کے متعلق قاضی خان کا قول ہے کہ:

فان اجلته المرأة أو أجله غير القاضي لا يعتبر ذلك التأجيل۔ (۳۰)

اگر اسے (عنین کو) عورت نے مہلت دی یا قاضی کے سوا کسی اور نے مہلت دی تو اس مہلت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

اسی طرح فتاویٰ الوولوالجہ میں درج ہے کہ:

ولا يكون أجل العنينة الا عند القاضي ، لأن هذا مقدمة أمر لا يكون الا عند القاضي وهو الفرقۃ (۳۱)

عنین کو مہلت دینا قاضی کے بغیر نہیں ہوتا، کیونکہ یہ ایسے امر کا مقدمہ ہے جو قاضی کے بغیر نہیں ہوتا اور وہ فرقت ہے۔

قضاء، قاضی کی شرط:

مذکورہ امراض میں دیگر شرائط پائے جانے کے بعد اگر عورت قاضی کے عدالت سے رجوع کرے گا تو قاضی نوعیت مرض کے موافق سال بھر کا مدت دے گا یا فی الفور نکاح فسخ کرائے گا۔ لہذا ان امور میں دیگر قیود میں سے یہ بھی ہے کہ یہ فسخ قاضی کے حکم کی محتاج ہے، جیسے کہ علامہ شامی کا قول ہے کہ:

لا يثبت الفسخ الا بشرط القضاء۔ (۳۲)

شرط قضاء کے بغیر فسخ ثابت نہیں ہوتا۔

قضاء قاضی کے متعلق ڈاکٹر وھبہ الزحیلی لکھتے ہیں کہ:

اتفق الفقهاء على ان الفرقۃ بالعيب تحتاج الى حكم القاضي وادعاء صاحب المصلحة ،

لأن التفريق بالعيب أمر مجتهد فيه ومختلف فيه الفقهاء ، فيحتاج الى قضاء القاضي لرفع

الخلاف ، ولأن الزوجين يختلفان في ادعاء وجود العيب وعدم وجوده ، وفي أنه يجوز

التفريق به أولا يجوز ، وقضاء الحاكم يقطع دابر الخلاف۔ (۳۳)

فقہاء کا اتفاق ہے کہ عیب کی وجہ سے تفریق قاضی کے حکم کی محتاج ہے اور جس کی مصلحت ہے اس کے دعویٰ کی۔ اس لئے کہ عیب کی وجہ سے تفریق ایک اجتہادی چیز ہے اور فقہاء کا اس میں اختلاف ہے۔ تو یہ قاضی کے فیصلہ کی محتاج ہے تاکہ اختلاف ختم ہو سکے۔ نیز زوجین عیب کے پائے جانے یا نہ پائے جانے میں بھی اختلاف کر

سکتے ہیں، نیز آیا اس عیب کی وجہ سے تفریق جائز ہے یا نہ، اور قاضی کا حکم اختلاف کی جڑ کو کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔ اس قسم کے معاملات میں جہاں قاضی شرعی موجود ہیں، وہاں تو مسئلہ ہی نہیں، لیکن جہاں قاضی شرعی نہیں تو وہاں فیملی جج یا مجسٹریٹ وغیرہ جو گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کے معاملات میں فیصلہ کا اختیار رکھتے ہیں، اگر وہ مسلمان ہوں اور شرعی قاعدہ کے موافق فیصلہ کریں تو ان کا حکم بھی قضائے قاضی کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر کسی جگہ فیصلہ کنندہ حاکم غیر مسلم ہو تو اس کا فیصلہ غیر معتبر ہے، اس کے حکم سے فسخ وغیرہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ لہذا جس جگہ مسلمان حاکم موجود نہ ہو یا مسلمان حاکم قواعد شرعیہ کے مطابق فیصلہ نہ کرتا ہو تو مجبوراً مذہب مالکیہ کے مطابق دیندار مسلمانوں کی جماعت یا پنچائیت میں معاملہ پیش کرنے کی گنجائش ہے۔ مسلمانوں کی وہ جماعت یا پنچائیت بھی علماء کی جانب سے مقرر کردہ شرعی اصولوں کے موافق ہونا لازمی ہے، جس طرح کہ مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ نے بیان کئے ہیں:

اول: کم از کم تین آدمیوں کی جماعت ہو، ایک یا دو آدمی فیصلہ کریں تو وہ معتبر نہیں۔
دوئم: اس جماعت کے سب ارکان کا عادل ہونا شرط ہے۔ اور عادل وہ شخص ہے جو تمام کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو اور صغائر پر مصر نہ ہو، اور اگر کبھی کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہو تو فوراً توبہ کر لیتا ہو۔ لہذا سودخور اور رشوت لینے والا، داڑھی منڈانے والا، جھوٹ بولنے والا اور بے نمازی اس جماعت کا رکن نہیں بن سکتا۔ (اگر بد قسمتی سے کسی جگہ کے بااثر لوگ دیندار نہ ہوں تو یہ تدبیر کر لی جائے کہ وہ بااثر اشخاص چند دینداروں کو اختیار دے دیں تاکہ شرعاً فیصلہ کی نسبت دیندار جماعت کی طرف ہو اور ان بااثر اشخاص کو کوشش کا ثواب حاصل ہو جائے)۔

سوئم: فیصلہ میں علماء کی شرکت لازم اور شرط ہے، صرف عوام کی جماعت کا فیصلہ حکم قاضی کے قائم مقام نہیں ہو سکتا اس لئے اولاً تو یہ چاہئے کہ جماعت کے سب ارکان اہل علم ہوں اور اگر یہ میسر نہ ہو تو کم از کم ایک معاملہ فہم عالم کو ضرور جماعت کا رکن بنائیں اور دوسرے تمام ارکان معاملہ کے تمام پہلوؤں کو ان عالم سے خوب سمجھ کر رائے قائم کریں۔ اور اگر کسی جگہ یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر یہ لازم ہے کہ جماعت کے ارکان معاملہ کی روداد مکمل کر کے علماء محققین سے ہر جزئی کا حکم دریافت کریں، ان کا جو فتویٰ ہو اس کے موافق فیصلہ کیا جائے۔ اگر ایسا نہ کیا بلکہ عوام نے محض اپنی رائے سے فیصلہ کر دیا تو وہ حکم نافذ نہ ہوگا اور فیصلہ بالکل بیکار وغیرہ معتبر رہے گا اگرچہ وہ فیصلہ شریعت کے موافق بھی ہو۔

چہارم: جماعت مسلمین کے سب ارکان متفقہ فیصلہ دیں اگر رائے مختلف رہے اور کثرت رائے کی بناء پر فیصلہ کرنا چاہیں تو وہ فیصلہ معتبر نہ ہوگا۔ پس اگر ارکان میں اختلاف رہیں تو مقدمہ خارج کر دیا جائے۔ (۳۴)

لہذا جہاں قاضی شرعی موجود نہ ہوں، وہاں مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ فصل خصومات کے لئے علماء کو اختیارات فصل قضایا دیں۔ اس سلسلے میں شیخ عبدالغنی نابلسی فرماتے ہیں:

إذا خلا الزمان من ذی سلطان کفاۃ فالأمر کلہ مؤکلة الی العلماء ، فیجب علی الأمة

الرجوع الیہم۔ (۳۵)

جب زمانہ میں (شرع کے مطابق) صاحب قدرت سلطان نہ رہے، تو پھر تمام امور علماء کی جانب متوجہ کئے جاتے ہیں، پھر امت پر لازم ہے کہ علماء کی طرف رجوع کریں۔

اسی طرح علامہ ابن عابدین شامیؒ، ردالمحتار میں (۳۶) اور ابن نجیم مصریؒ، البحر الرائق میں لکھتے ہیں کہ:

ویجب علیہم أن یتفقوا علی واحد منهم ، یجعلونه والیاً فیولی قاضیاء ، ویكون هو الذی

یقضی بینہم۔ (۳۷)

اور ان (مسلمانوں) پر واجب ہے کہ ان میں سے ایک (عالم) پر متفق ہو جائیں۔ ان کو ولایت دیں ان کو قاضی مقرر کریں تاکہ وہ ان کے درمیان قضاء کریں۔

متعدی و مہلک امراض اور معاصر فقہاء کی آراء:

ایڈز اور اس جیسے دیگر خطرناک متعدی و مہلک امراض کی وجہ سے موجودہ وقت میں مسلم ممالک اور مسلم اقلیتی معاشروں میں فسخ نکاح کے بابت معاصر دور کے فقہاء اور مختلف دارالافتاء یا فقہی اکیڈمیوں نے جو موقف یا نقطہ نظر اپنایا ہے وہ حسب ذیل ہے:

جامعہ الازہر مصر کے فتویٰ کونسل سے جب یہ سوال پوچھا گیا کہ ”اگر کوئی شخص ایڈز جیسے مہلک و متعدی مرض میں مبتلا ہو تو اس کی بیوی کے لئے فسخ نکاح کا کوئی راستہ ہے یا نہیں؟ ایڈز کے مرض میں مبتلا شخص کی بیوی کے لئے اس سلسلے میں کیا حکم ہے؟“۔ تو اس کے جواب میں دارالافتاء المصریہ کے فتویٰ کونسل نے اپنا نقطہ نظریوں بیان کیا کہ:

اس مسئلے میں غور کرنے اور فیصلہ کرنے کی ذمہ داری عدالت کی ہے اس طرح طلاق کی درخواست اور اس بیماری سے پیدا شدہ نقصانات اور طلاق کے بعد مرتب ہونے والے حقوق کے بارے میں عدالت ہی فیصلہ کرے گی، اگر عورت کے لئے طلاق کا فیصلہ کیا گیا۔ (۳۸)

اسی طرح کے دوسرے فتویٰ میں Social Issues کے تحت مذکورہ سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں

کہ:

Yes, by resorting to the Courts.(39)

یعنی کہ ہاں ایڈز زدہ شخص کی بیوی فسخ نکاح کا مطالبہ کر سکتی ہے، البتہ اس حق کے حصول کے لئے اسے عدالت سے رجوع کرنا پڑے گا۔ عدالتی طریقہ کار کی تفصیل ہم نے ”فسخ نکاح کی شرائط“ کے بحث میں تفصیلاً بیان کئے ہیں۔

اسی طرح دارالافتاء برمنگھم یو کے، کے مفتی محمد توفیر میاں لکھتے ہیں کہ:

An annulment of marriage can be effected if the husband is effected with leprosy or any other illness which makes living with him difficult.....from the above situation we understand that if the husband has such a illness which makes it difficult to live with him(such as HIV/AIDS)then it will be permissible for the wife to get her marriage annulled by a sharee council.(40)

اگر شوہر کو کوڑھ یا کوئی ایسا مرض ہو جس سے اس کے ساتھ زندگی بسر کرنا محال ہو تو تنسیخ نکاح اثر انداز ہو سکتی ہے۔ درج بالا صورتحال سے ہم سمجھتے ہیں کہ اگر شوہر کو کوئی ایسا مرض لاحق ہو جس سے اس کے ساتھ زندگی بسر کرنا مشکل ہو جائے جیسے ایچ آئی وی / ایڈز، تو پھر عورت کو شرعی کونسل کے ذریعے تنسیخ نکاح کی اجازت ہے۔ جامعۃ الرضا، بریلی شریف انڈیا کے مفتی اختر رضا قادری نے مذکورہ سلسلے میں اپنا موقف پیش کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

No,there is no Way for his Wife to Faskh Nikah. She May Take Divorse.(41)

نہیں اس کے لئے فسخ نکاح کا کوئی راستہ نہیں، وہ طلاق لے سکتی ہے۔
یعنی ایڈز زدہ شخص کی بیوی فسخ نکاح تو نہیں کر سکتی البتہ نباہ نہ ہونے یا دشواری کی صورت میں طلاق لے سکتی ہے۔

اسی سلسلے میں شیخ عبداللہ آفندی لکھتے ہیں کہ:

If there is any legal reason or dire necessity such as the spouse cannot live with harmony and there is no hope to live a happy life then it is permissible for a wife to ask al-Khula or divorce.Know that one should resort to divorce or al-Khula as a last solution after trying all the other means to bring the conjugal life to its normal channels.(42)

اگر کوئی معقول عذر یا سخت ضرورت ہو جیسے کہ عورت کی عصمت محفوظ نہ ہو یا وہ خوشحال زندگی نہ گزار سکتی ہو تو پھر عورت کو اجازت ہے کہ وہ خلع یا طلاق لے۔ اب اگر ان کے درمیان کشیدہ زندگی کو واپس عام خوشحال زندگی گزارنے کی طرف لانے کا کوئی طریقہ باقی نہ رہے تو پھر خلع یا طلاق آخری حل کے طور پر لیا جاسکتا ہے۔

جامعہ نظامیہ حیدرآباد، انڈیا کے مفتی محمد عظیم الدین اس سلسلے میں فرماتے ہیں کہ: بیوی یا شوہر بیمار ہوں تو ایک دوسرے کا فسخ نکاح نہیں ہو سکتا، البتہ شوہر طلاق دینا چاہے تو دے سکتا ہے اور بیوی شوہر سے خلع کی درخواست کر سکتی ہے، شوہر قبول کر لے تو طلاق بائن واقع ہو کر جدائی ہو جائے گی۔ (۴۳) جامعہ دارالعلوم کورنگی کراچی کے دارالافتاء نے مذکورہ مسئلے پر یوں فتویٰ دیا ہے کہ: مذکورہ مرض میں مبتلا شخص کی بیوی کے لئے اگر صبر اور عفت کے ساتھ زندگی گزارنا ممکن ہو تو وہ شوہر کے ساتھ نباہ کی کوشش کرے، اور اگر اس طرح زندگی گزارنا ممکن نہ ہو تو شوہر سے طلاق یا خلع کے ذریعے علیحدگی اختیار کر سکتی ہے۔ (۴۴)

اسی طرح جامعہ علوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کا موقف ہے کہ: صورت مسئلہ میں ایڈز یا اس جیسی مہلک بیماری کی وجہ سے بیوی کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار نہیں، البتہ اگر ساتھ رہنے میں دشواری ہو یا شرعی حدود کی پاسداری ممکن نہ ہو تو باہم رضامندی سے طلاق یا خلع کا راستہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔ (۴۵)

اسی طرح جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی کا موقف ہے کہ: واضح رہے کہ ایڈز زدہ شخص کی بیوی کیلئے فسخ نکاح کی گنجائش نہیں، البتہ اگر بیوی کا اس کے ساتھ رہنا دشوار ہو، اور ساتھ رہنے میں اپنی عفت و عصمت چلی جانے کا اندیشہ ہو، تو اس صورت میں یہ کیا جائے کہ شوہر کو کسی بھی طریقے سے طلاق پر آمادہ کر لیا جائے، یا پھر خلع کیلئے راضی کیا جائے، چاہے مہر کے بدلے ہی کیوں نہ ہو (۴۶) جبکہ المرکز الاسلامی، بنوں خیبر پختونخوا کا موقف ہے کہ:

بیماری ایڈز کی حقیقت اور نقصانات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس عورت کا شوہر ایڈز کے مرض میں مبتلا ہو اور وہ خود اس مرض میں مبتلا نہ ہو تو اس عورت کو فسخ نکاح کا اختیار و حق حاصل ہے، اس میں امام محمد کا قول ہی مختار و قابل عمل ہے۔ (۴۷)

دلائل مذکورہ کا تجزیہ:

مذکورہ بالا بحث میں جن فقہاء، دارالافتاء یا فقہی اکیڈمیوں کا یہ موقف رہا ہے کہ ایڈز یا اس جیسے دیگر مہلک

ومتعدی امراض میں مبتلا شخص کی بیوی فسخ نکاح کا مطالبہ نہیں کر سکتی بلکہ کسی طرح سے طلاق یا خلع لے، اس سلسلے میں دورائے سامنے آتی ہیں، جن میں سے ہر ایک رائے بمعہ جواب حسب ذیل ہے:

اول: یہ کہ مذکورہ فقہاء، دارالافتاء یا فقہی اکیڈمیاں دراصل امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے اس قول کے قائل ہیں کہ:

واذا كان بالزوج جنون او برص او جذام فلا خيار لها عند ابي حنيفة و ابي يوسف - (۴۸)

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے ہاں جب شوہر کو جنون ہو، یا برص یا جذام ہو تو زوجہ کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہیں ہے۔

اسی طرح التجرید میں درج ہے کہ:

قال ابو حنيفة و ابو يوسف لا يفسخ النكاح بعيب احد الزوجين الا ان يكون الزوج مجبواً او عنيماً - (۴۹)

ترجمہ: امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ نے کہا ہے کہ زوجین میں سے کوئی بھی کسی عیب کی وجہ سے نکاح فسخ نہیں کر سکتا ہاں اگر شوہر مقطوع الذکر یا نامرد ہو تو فسخ نکاح ہو سکتا ہے۔ (یعنی شوہر کے مقطوع الذکر یا نامرد ہونے کے سوا کسی بھی صورت عورت فسخ نکاح کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔)

لیکن اس کے برعکس امام محمدؒ کے یہاں فسخ نکاح کے مسئلے میں کافی توسع پایا جاتا ہے۔ یعنی امام محمدؒ نہ صرف جنون، جذام اور برص وغیرہ بلکہ ہر اس مرض و بیماری سے فسخ نکاح کا حق دیتا ہے جس کی وجہ سے عورت کا شوہر کے ساتھ رہنا دشوار ہو۔ چنانچہ فخر الدین زلیعی لکھتے ہیں کہ:

وقال محمدؒ ترد المرأة اذا كان بالرجل عيب فاحش بحيث لا تطبق المقام معه لانها تعذر عليها الوصول الى حقها لمعنى فيه فكان كالجب والعنة - (۵۰)

امام محمدؒ کہتے ہیں کہ اگر مرد میں کوئی کھلا ہوا ایسا عیب ہو کہ اس کے باوجود اس کے ساتھ رہا نہ جاسکتا ہو تو عورت نکاح رد کر سکتی ہے۔ اس لئے کہ اس بیماری کی وجہ سے اس کیلئے اپنا حق حاصل کرنا مشکل ہو جائے گا تو اس طرح اب یہ محبوب اور نامردی کے حکم میں ہوگا۔

اسی طرح علامہ کاسانی، امام محمدؒ کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

خلوه من كل عيب لا يمكنها المقام معه الا بضرر كالجنون والجذام والبرص شرط لزوم النكاح حتى يفسخ به النكاح - (۵۱)

امام محمدؒ کہتے ہیں کہ نکاح کے لازم ہونے کیلئے ایسے عیوب سے شوہر کا خالی ہونا ضروری ہے کہ جن عیوب کے رہتے ہوئے اس کے ساتھ ضرر اٹھائے بغیر نہ رہ سکتی ہو، جیسے جنون، برص، جذام (کوڑھ) کہ ان امراض کی وجہ سے فسخ کیا جاسکتا ہے۔

اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اول تو خود امام محمدؒ کے یہاں صرف جذام، جنون اور برص کی بیماریوں کی تخصیص نہیں ہے، بلکہ وہ تمام بیماریاں موجب فسخ ہیں جن کی موجودگی میں مرض کے متعدی اور قابل نفرت ہونے کے باعث زوجین کا ایک ساتھ رہنا دشوار ہو جائے گا۔ اور اگر امام محمدؒ کی رائے ایسی نہ بھی ہو تو بھی مصلحت شرعی کے نزدیک متاخرین کو اس مسئلہ میں توسیع سے کام لینا پڑا، اور اس میں تمام موذی، نفرت انگیز، متعدی اور ایسے تمام امراض شامل ہیں جن کا عموماً علاج نہیں ہوتا۔ متاخرین احناف کے نزدیک ایڈز ان امراض و عیوب میں سے ہیں جن کی وجہ سے عورت کو حق تفریق حاصل ہوتا ہے کیونکہ ایڈز اور ان جیسے دیگر امراض و عیوب برص و جذام سے نہ صرف زیادہ قابل نفرت اور متعدی ہیں بلکہ ایڈز کو اگر ”ام العیوب“ بھی کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اور چونکہ جنسی ربط اس مرض کی منتقلی کا ایک اہم سبب ہے اس لئے ایڈز کا مریض شوہر اس کی بیوی کے حق میں نامرد ہی کے حکم میں ہے، کہ وہ مرض کی منتقلی کے خوف سے اس مرد کے ذریعے داعیہ نفس کی تکمیل نہیں کر سکتی، لہذا عورت کو ایسے مرد کے خلاف دعویٰ تفریق کا حق حاصل ہوگا۔ لہذا امام محمدؒ کا مسلک اس مسئلہ میں شریعت کی روح و مزاج سے قریب بھی ہے اور مصلحت عامہ کے مطابق بھی اس لئے بعد کے فقہائے احناف نے بھی امام محمدؒ ہی کی رائے پر فتویٰ دیا ہے۔ چنانچہ طحاوی نقل کرتے ہیں کہ:

والحق القہستانی کلّ عیب لا یمنن المقام معہ الا بضرر۔ (۵۲)

قہستانی نے ان کے ساتھ ہر وہ عیب ملحق کر دیا ہے جن کے ساتھ رہنا بغیر کسی ضرر کے ممکن نہ ہو۔
دوئم: یہ کہ اگر ایڈز یا اس جیسے دیگر مہلک و متعدی مرض میں مبتلا شخص اپنی بیوی کو کسی بھی صورت طلاق دینے پر رضامند نہ ہو اور نہ ہی خلع کے لئے تیار ہو تو ایسے شخص کی بیوی آخر کیا کرے گی؟ ایک طرف سے ساتھ رہنے میں دشواری ہو اور دوسری طرف عفت و عصمت چلے جانے کا اندیشہ ہو یعنی شرعی حدود کی پاسداری ممکن نہ ہو، تو ظاہر ہے کہ اس صورت حال میں واحد حل یہی ہے کہ عورت قاضی کے عدالت سے فسخ نکاح کے لئے رجوع کرے گی، اس کے علاوہ کوئی دوسرا ممکنہ راستہ نہیں۔ کیونکہ ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں اس میں تو کوئی بھی مرد ایسے صورت حال میں اپنی بیوی کو طلاق یا خلع دینے کے لئے تیار نہیں۔ اس کے دو وجوہ ہیں، پہلا یہ کہ لوگوں کو اس شخص کے ایسے قابل نفرت مرض کا پتہ چل جائے گا جسے متاثرہ شخص اپنا تحقیر و تذلیل سمجھتا ہے اور اسے ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ دوسرا یہ کہ ایسے

معیوب شخص کے ساتھ کوئی دوسری عورت رشتہ ازدواج میں منسلک نہیں ہونا چاہتی لہذا ایسے صورتحال میں متاثرہ شخص اپنی بیوی کو طلاق یا خلع دینے کو تیار نہیں ہوگا۔ اب ایسے شخص کی بیوی آخر کیا کرے گی؟ ظاہر ہے کہ یہی ایک حل موجود ہے کہ وہ قاضی کے عدالت سے فسخ نکاح کے لئے رجوع کرے، قاضی متاثرہ شخص کو علاج کے لئے سال بھر کا مہلت دے، پھر بھی اگر تندرست نہ ہو تو قاضی فسخ نکاح کا حکم دے، یہی آخری حل ہے۔

حوالہ جات و حواشی

- (۱) السرخسی الحنفی، امام ابی بکر محمد بن احمد بن ابی سہل (متوفی ۴۰۹ھ)، شرح السیر الکبیر، دارالکتب، بیروت، ج ۴، ص ۲۱۸
- (۲) علامہ شیخ نظام و جماعت من العلماء الہند، فتاویٰ الہندیہ (فتاویٰ عالمگیری مرتبہ ۱۰۸۱ھ بمطابق ۱۶۷۱ء) مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج ۴، ص ۵۲۶
- (۳) قاسمی، مولانا مجاہد الاسلام (متوفی ۱۹۳۶ء-۲۰۰۲ء)، اسلام کے عائلی قوانین، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، ۲۰۰۲ء، ص ۱۹۵
- (۴) ایضاً، ص ۱۹۴
- (۵) مالکی، احمد بن محمد دریر، الشرح الصغیر، مکتبۃ العلمیہ، بیروت، ج ۲، ص ۴۶۸
- (۶) الحنفی، علاء الدین محمد بن علی، در مختار، مکتبۃ حقانیہ، پشاور، ج ۵، ص ۱۷۰
- (۷) علامہ شیخ نظام و جماعت من العلماء الہند، فتاویٰ عالمگیری، بحوالہ سابق، ج ۱، ص ۵۲۵
- (۸) العینی، بدر الدین محمد بن احمد، البنایہ شرح الہدایہ، مکتبۃ رشیدیہ، کوئٹہ، ج ۵، ص ۳۹۶
- (۹) الولوالچی، ابی الفتح ظہیر الدین عبدالرشید بن ابی حنیفہ ابن عبدالرزاق (متوفی ۵۴۰ھ)، الفتاویٰ الولوالجیہ، مکتبۃ الحرمین شریفین، کوئٹہ، ج ۱، ص ۳۶۸
- (۱۰) ڈاکٹر وہبۃ الزحیلی، فقہ الاسلامی وادلتہ، مکتبۃ رشیدیہ، کوئٹہ، ج ۹، ص ۷۰۵۲
- (۱۱) السعدی، ابی الحسن علی بن الحسین بن محمد (متوفی ۴۶۱ھ)، النتف فی الفتاویٰ، مکتبۃ عثمانیہ، کوئٹہ، ص ۱۹۵
- (۱۲) قاسمی، مولانا مجاہد الاسلام، اسلام کے عائلی قوانین، بحوالہ سابق، ص ۱۹۳
- (۱۳) علامہ شیخ نظام و جماعت من العلماء الہند، فتاویٰ عالمگیری، بحوالہ سابق، ج ۱، ص ۵۲۵

- (۱۴) الاندرپتی الدھلوی، عالم بن علاء الانصاری (متوفی ۷۸۶ھ)، فتاوی تاتارخانیہ، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج ۲، ص ۲۰
- (۱۵) الجزیری، عبدالرحمن، الفقه علی المذاهب الاربعہ، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج ۲، ص ۱۴۵
- (۱۶) مفتی رشید احمد، احسن الفتاوی، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۱۴۲۵ھ، ج ۵، ص ۴۱۱
- (۱۷) تھانوی، مولانا محمد اشرف علی (۱۸۶۳ء-۱۹۴۳ء)، حیلۃ ناجزۃ، دارالاشاعت، کراچی، ص ۴۷-۴۹
- (۱۸) السعدی، ابی الحسن علی بن الحسین بن محمد، التنف فی الفتاوی، بحوالہ سابق، ص ۱۹۵
- (۱۹) ڈاکٹر وہبۃ الزحلی، فقه الاسلامی وادلتہ، بحوالہ سابق، ج ۹، ص ۷۵۵
- (۲۰) رحمانی، مولانا خالد سیف اللہ (۱۹۵۶ء- حیات)، طلاق وفسخ نکاح کی شرعی حیثیت، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ۲۰۰۲ء، ص ۶۰
- (۲۱) مفتی رشید احمد، احسن الفتاوی، بحوالہ سابق، ج ۵، ص ۴۰۹
- (۲۲) الصاغر جی، شیخ اسعد محمد سعید، الفقه الحنفی، دارالکلم الطیب، دمشق بیروت، ۱۴۲۲ھ، ج ۲، ص ۱۹۳
- (۲۳) بریلوی، احمد رضا خان (۱۸۵۶ء-۱۹۲۱ء)، فتاوی رضویہ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۹۸ء، ج ۱۳، ص ۳۴۸
- (۲۴) علامہ شیخ نظام وجماعت من العلماء الہند، فتاوی عالمگیری، بحوالہ سابق، ج ۱، ص ۵۲۲
- (۲۵) عبدالرزاق، مصنف، مکتبۃ الکبریٰ، مصر، رقم ۱۰۷۲۰
- (۲۶) الکاسانی، علامہ ابوبکر علاؤ الدین بن مسعود (متوفی ۵۸۷ھ)، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، مکتبہ دارالحديث، قاہرہ، ۱۴۲۶ھ، ج ۳، ص ۵۷۱
- (۲۷) ڈاکٹر وہبۃ الزحلی، فقه الاسلامی وادلتہ، بحوالہ سابق، ج ۹، ص ۷۵۲
- (۲۸) سمرقندی، شیخ سعید بن علی، فتاوی فی الحیل والمخارج المسمیٰ بجنة الاحکام وجنة الحصام، مکتبہ حقانیہ، کوئٹہ، ۱۴۳۱ھ، ص ۱۹۶
- (۲۹) علامہ شیخ نظام وجماعت من العلماء الہند، فتاوی عالمگیری، بحوالہ سابق، ج ۲، ص ۵۲۳
- (۳۰) قاضی خان الاوزجندی الفرغانی، امام فخر الدین ابی الحسن بن منصور (متوفی ۵۹۲ھ)، فتاوی قاضی خان فی مذهب الامام اعظم ابی حنیفہ النعمان، قدیمی کتب خانہ، کراچی، ج ۱، ص ۳۵۶
- (۳۱) الولوالجی، ابی الفتح ظہیر الدین عبدالرشید بن ابی حنیفہ ابن عبدالرزاق، الفتاوی الولوالجیہ، بحوالہ سابق، ج ۱، ص ۳۶۸
- (۳۲) شامی ابن عابدین، سید محمد امین آفندی، (۱۱۹۸ھ- ۱۲۵۲ھ) ردالمحتار علی الدرالمختار، مکتبہ حقانیہ، پشاور، ج ۲، ص ۱۷۱

- (۳۳) ڈاکٹر وھبہ الرحیلی، فقہ الاسلامی وادلتہ، بحوالہ سابق، ج ۹، ص ۵۲-۷۰
- (۳۴) تھانوی، مولانا محمد اشرف علی (۱۸۶۳ء-۱۹۴۳ء)، حیلۃ ناجزۃ، دارالاشاعت، کراچی، ۱۹۸۷ء، ص ۱۳۹
- (۳۵) نابلسی، شیخ عبدالغنی، حدیقۃ ندیۃ شرح طریقۃ محمدیہ، مکتبہ ماجدیہ، کوئٹہ، نوع ثالث، فصل ثانی، ص ۲۴
- (۳۶) شامی ابن عابدین، سید محمد امین آفندی، ردالمحتار علی الدر المختار، بحوالہ سابق، ج ۸، ص ۵۲
- (۳۷) ابن نجیم مصری الحنفی، زین الدین بن ابراہیم بن محمد (متوفی ۹۷۰ھ)، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج ۶، ص ۶۱۱
- (38): www.dar_alifta.org/fatwaanswer.aspx?ID=684857, 27.07.2013
- (39): www.dar_alifta.org/fatwaanswer.aspx?ID=209221, 27.07.2013
- (۴۰) مفتی محمد توشیر میاں، دارالافتاء برمنگھم، فقہ کونسل، ۱۱ سٹیشن روڈ، برمنگھم، یو کے، ۱۷ نومبر ۲۰۱۳ء
- (41): Jamiaturraza_Media_Audio_Weekly Q&A, Ans#25.12/8/2013
- (42): Abdullah Efendi<gift2shias@gmail.com>, 8.11.2013
- (۴۳) مفتی محمد عظیم الدین، دارالافتاء جامعہ نظامیہ، شلی گنج، حیدرآباد، اے پی انڈیا، ۱۰ نومبر ۲۰۱۳ء
- (۴۴) جامعہ دارالعلوم، کراچی، فتویٰ نمبر ۸۹/۱۵۵۸، ۱۱ ستمبر ۲۰۱۳ء
- (۴۵) جامعہ علوم الاسلامیہ، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی، فتویٰ نمبر ۳۷۶، ۴ نومبر ۲۰۱۳ء
- (۴۶) جامعہ فاروقیہ شاہ، فیصل کالونی، کراچی، فتویٰ نمبر ۱۱۷/۴۰۹، ۲۲ ستمبر ۲۰۱۳ء
- (۴۷) المرکز الاسلامی، بنوں، خیبر پختونخوا، فتویٰ بتاریخ ۱۱ ستمبر ۲۰۱۳ء
- (۴۸) الفرغانی المرغینانی، برہان الدین ابی الحسن علی ابن ابی بکر (۵۱۱ھ - ۵۹۳ھ)، الہدایۃ، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، ج ۲، ص ۴۰۱
- (۴۹) القدوری، ابی الحسین احمد بن محمد بن جعفر البغدادی (۳۶۲ھ - ۴۲۸ھ)، الموسوعة الفقہیۃ المقارنۃ (التجريد)، مکتبہ محمودیہ، قندھار افغانستان، ج ۹، ص ۸۷۵
- (۵۰) الزیلعی، فخر الدین عثمان بن علی (متوفی ۷۴۳ھ)، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ۲۰۰۱ء، ج ۳، ص ۲۴۶
- (۵۱) الکاسانی، علامہ ابوبکر علاؤ الدین بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، بحوالہ سابق، ج ۲، ص ۶۳۹
- (۵۲) الحنفی، علامہ سید احمد طحاوی، طحطاوی علی الدر المختار، مکتبہ عربیہ کاسی روڈ، کوئٹہ، ج ۲، ص ۲۱۳

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆